⊙ پروفیسر ڈاکٹر صوفیہ یوسف

چیئر پرسن، شعبہ اُردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور (سندھ)

ایلف شفق کا ناول 'ناموس' اور پاکستانی معاشرہ

Abstract:

Elif Shafak is a seminal novelist of Turkish literature. Problems faced by women, minorities, migrants and social problems are her novel's basic topics. Elif Shafak's novel "Iskender" is translated in English & Urdu under the title 'Honor' and 'Namoos' respectively. The story of the novel revolves around honor killing, family relationships and domestic violence. This research paper critically analyses Elif Shafak's novel with reference to Pakistani society.

Keywords:

Elif Shafaq Novel Fiction Pakistani Society Violence Honor Killing

ایلف شفق (پ: ۱۹۷۱ء) کا شمار جدید ترکی ادب کے اہم فکشن نگاروں میں ہوتا ہے۔ شفق حقوق نسواں کی علم بردار ہیں۔ ملکی و بین الاقوامی سیاست پر ان کے مضامین ترکی اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔ ان کی اب تک ۱۶ کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں ۱۰ ناول بھی شامل ہیں۔ ایلف شفق کی کتابوں کے اب تک اردو کے علاوہ ۴۸ زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ شفق کی تحریروں کے موضوعات میں سماجی پابندیاں، مشرق ومغرب کی کشمکش، جنس، شناخت، آزادی اظہار، حقوق نسواں، صوفی ازم اور گلوبل سیاست نمایاں ہیں۔ ان کی مشہور ناولوں میں پنہاں (Pinhan)، محرم (Mahrem)، چالیس چراغ عشق کے (Fonty Rules of Love) اور ناموس اہم ہیں۔

ناول ناموس ایلف شفق کے ترکی ناول Iskender (۲۰۱۲ء) کا اردو ترجمہ ہے۔ اس ناول کو ۲۰۱۳ء میں فرانس میں ادبی انعام (Prix Relaydas Voyageurs) دیا گیا۔ اس کے علاوہ ایشین لٹریری پرائز کے لئے بھی یہ ناول نامزد ہوا تھا۔

جس پدرسری معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس نے مردوں کو ایک خاص قسم کے احساس برتری میں مبتلا کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ صنف مخالف (نازک) کو اپنی جاگیر اور کم تر شے سمجھتے ہوئے اس پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انسانی جذبات واحساسات، شعوری ولاشعوری محرکات، رسوم و رواج، ادب کے بنیادی اجزا میں شامل ہوتے ہیں

اور ناول کا دائرہ ادب کی دوسری اصناف کے مقابلے میں زیادہ وسیع و گہرا ہوتا ہے اس لئے اس میں تہذیب و معاشرت کی عکاسی بہتر طور پر تمام تر جزئیات کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔اس حوالے سے جب ایلف شفق کے ناول ناموس کا مطالعہ کریں تو اس میں پدرسری معاشرہ، متنوع ثقافتیں، تہذیبی اختلافات، دیہی و شہری زندگی کے مسائل کو اس خوبی سے پیش کیا گیا ہے کہ ناول کے کسی بھی کردار سے نفرت محسوس نہیں ہوتی بلکہ ہر کردار اپنی تمام تر منفی و مثبت خوبیوں کے ساتھ محبت و ہمدردی کا مستحق نظر آتا ہے۔ مصنفہ نہایت چابکدستی و مہارت کے ساتھ کہانی بُنتے ہوئے اپنے قاری کو گرفت میں لیے رہتی ہیں۔ ناموس جیسے پیچیدہ مسئلے کو شفق اس خوب صورتی سے برتتی ہیں کہ پڑھنے والے کو کسی بھی موڑ پر یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کہانی کسی اور معاشرے اور تہذیب سے وابستہ مصنفہ کی تحریر ہے۔ بلکہ آغاز سے اختتام تک یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ پاکستانی معاشرے کی کہانی ہے۔ کیوں کہ ناموس، غیرت کے پر قتل، بیٹے اور بیٹی کے درمیان فرق، اولاد نرینہ کی خواہش، ماں کی نفسیات، باپ کی غیر موجودگی میں بیٹا گھر کا محافظ وغیرہ ایسے موضوعات و مسائل ہیں جو ہماری دیہی و قبائلی نظام معاشرت کے آئینہ دار ہیں۔ ہمارے ملک میں شہروں کی طرف بڑھتی ہوئی نقل مکانی کی وجہ سے بڑے شہروں میں بھی اس طرح واقعات جن کی بازگشت کبھی سندھ، بلوچستان، خیبر پختون خواہ یا پنجاب کے دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں سے آتی تھی اب روز مرہ کی بات بن چکے ہیں۔ اسی طرح پاکستان سے حصول معاش کے لئے یورپ و امریکہ ہجرت کر جانے والے گھرانوں کے معاشرتی مسائل بھی کچھ مختلف نہیں ہیں۔

ناول ناموس کا انتساب ذو معنویت کا حامل ہے جو ایک مہذب شہری کو اپنے اردگرد کے ماحول پر نظر رکھنے اور کسی بھی طرح کی ناہمواری کے خلاف آواز اٹھانے پر راغب کرتا ہے۔ ایلف شفق لکھتی ہے:

''اُن لوگوں کے نام جو سنتے ہیں جو دیکھتے ہیں۔''(۱)

ناول کا آغاز ترکی میں دریائے فرات کے کنارے آباد ایک چھوٹے سے کُرد گاؤں کی دو جڑواں بہنوں پمبے قدر اور جمیلہ یاتر کی پیدائش پر ان کی ماں کی مایوسی و تقدیر سے خفگی اور المیائی اختتام ۷۰ء کی دہائی میں لندن کی ایک سڑک پر عزت کے نام پر بیٹے کے ہاتھوں ماں کے قتل پر ہوتا ہے۔ اس قتل کو اخبار میں ان الفاظ میں رپورٹ کیا گیا:

''دی ڈیلی ایکسپریس:

لڑکے نے غیرت کے نام پر اپنی ماں کو قتل کر دیا، ۲ ردسمبر ۱۹۷۸ء ترک کُرد نسل کے ایک ۱۶ سالہ لڑکے نے Hackney میں غیرت کے نام پر اپنی ماں کو چاقو کے وار کر کے ہلاک کر دیا...... بتایا جاتا ہے کہ ۳ بچوں کی ۳۳ سالہ ماں کے کسی سے ناجائز مراسم تھے، ہمسایوں کا کہنا ہے کہ اگرچہ آدم اور پمبے ابھی شادی شدہ تھے لیکن اکٹھے نہ رہتے تھے اور ان کی علیحدگی ہو چکی تھی جب باپ اس طرح غیر حاضر ہو تو ماں کی عزت و ناموس کا محافظ بڑا بیٹا ہوتا ہے جو اسی صورت میں اسکندر تھا۔ ایک عینی شاہد نے کہا:

پولیس اب تفتیش کر رہی ہے کہ ٹین ایجر نے جو ابھی تک آزاد ہے یہ اقدام اکیلے کیا یا پھر قتل کے اجتماعی منصوبے میں خاندان کے لوگوں نے اس کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا تھا...... لاتعداد

کمیونٹیوں میں خاندان کی عزت و ناموس کو اس کے افراد کی خوشی سے زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔''(۲)

فرد کی خوشی سے زیادہ عزت و ناموس کو سمجھنا ہی وہ بنیادی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں لوگوں سے ان کی مرضی سے زندہ رہنے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔اسماء تو پر اک جو پیپے قدر کی بیٹی اور خود دو جڑواں بیٹیوں کی ماں ہے کی خود نوشت تحریر کے توسط سے قصے کا آغاز ہوتا ہے اور بعد میں فلیش بیک و فلیش فارورڈ تکنیک کی مدد سے کہانی سُبک رفتار سے کبھی آگے اور کبھی پیچھے بڑے ربط و تنظیم کے ساتھ رونما ہوتی جاتی ہے کہ کسی موڑ پر بھی قاری الجھن اور مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔معاشرتی دباؤ اور فرسودہ اقدار مردوں کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ اس طرح کا انتہائی قدم اُٹھائیں جیسے عزت، ناموس وغیرت کے نام پر قتل کہا جاتا ہے۔اگر کوئی مرد ایسا کرنے میں ناکام رہے تو اس کی سماجی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس صورت میں اس کے خاندان کی رشتے دار خواتین کے بنیادی حقوق سلب کر لیے جاتے ناول کا ہیں ایک فقرہ پیش ہے۔

''ایک قتل کر کے اسکندر نے بہت سوں کی جان لے لی۔''(۳)

گھر کا ماحول بچے کی شخصیت کی تعمیر اور شعوری بالیدگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، گھر میں باپ ماں کے درمیان جھگڑا اور تشدد روز کا معمول ہو تو بچوں کی نفسیات پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔اور یہ نقوش اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ جوان بچوں کی آئندہ زندگی میں زہر گھول دیتے ہیں۔مثال کے طور پر پیپے قدر کے شوہر آدم کے گھر کے ماحول کی تصویر کشی کچھ اس انداز میں کی گئی ہے:

''آدم نے اپنا سارا بچپن دو باپوں کے درمیان کھینچا تانی میں گزارا تھا: اس کے سنجیدہ بابا اور اس کے شرابی بابا دونوں آدمی ایک ہی جسم میں رہتے تھے......دروازوں، میزوں، دیواروں، الماریوں کو گھونسا مارنے کے بعد جب ان پر بس نہ ہوئی تو بیلٹ سے ان کی پٹائی اور ایک مرتبہ ماں کے پیٹ پر لات ماری اور انہیں سیڑھوں سے نیچے پھینک دیا۔''(۴)

اس غیر انسانی سلوک و تشدد سے گھبرا کر اگر عورت راہ فرار اختیار کرے تو اس کے بچوں کو معاشرے میں کسی طرح کی ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اقتباس ملاحظہ کریں:

''جب تمھاری ماں کسی دوسرے کے ساتھ بھاگی ہے......تمھارے خاندان کی شہرت اچھی نہیں ہے......یکا یک ہی آدم کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔اسے خیال تک نہ گزرا تھا کہ یہ آدمی (جو اس دور دراز گاؤں میں رہتا ہے) اس کے خاندان کے اس شرمناک واقعے کے بارے میں جانتا تھا۔ لفظوں کا خانہ بدوش قبیلوں کی طرح کوئی گھر گھاٹ نہیں وہ دور دراز کا سفر کرتے زمین پر بکھر جاتے ہیں۔''(۵)

اس طرح کے ماحول میں پل کر بڑے ہونے والے بچے معاشرے کا مفید حصہ کس طرح بن سکتے ہیں؟ آدم اپنے گھر میں جو کچھ دیکھ کر بڑا ہوا تھا اور جب اس نے اپنی شادی شدہ زندگی کا آغاز کیا تو وہ چاہنے کے باوجود بھی اپنے

باپ سے مختلف نہ تو شوہر بن پایا اور نہ ہی ایک اچھا باپ:

> ''جب میرے (اسماء) بابا (آدم) نے دو مہینے کی اجرت کے برابر رقم جوئے میں ہاردی تو تبھی سے ماں نے پہلے پہل کام کرنے کا آغاز کیا تھا......میرے بابا آدم تو پراک اپنے بیوی بچوں کو مارتے پیٹتے نہیں تھے اور پھر بھی اُس رات اور آنے والے برسوں کی دوسری راتوں کو وہ بڑی آسانی سے خود پر قابو کھو دیتے اور فضا کو ان الفاظ سے نیلوں نیل کر دیتے جو پیپ اور غلاظت سے بھرے ہوتے تھے۔''(۶)

دوسری طرف آدم کی بیوی (پمپیے قدر) جو ایک ایسی عورت (نازے) کی ساتویں بیٹی کے طور پر پیدا ہوئی تھی جسے بیٹے کی تمنا تھی۔اس طرح کے حالات میں پرورش پانے والی بچیاں شروع ہی سے جانبداری اور عدم مساوات کو اپنی تقدیر سمجھ کر تسلیم کر لیتی ہیں وہ نہ تو اپنے حق کے لئے آواز اُٹھا سکتی ہیں اور نہ ہی اپنی ماں سے مختلف ماں بن سکتی ہیں۔مثال کے طور پر یہ اقتباس دیکھیے:

> ''اسے (یونس) وہ دن یاد آئے جب بابا (آدم) ذرا سی غلطی پر اسکندر کو ڈانٹے، پھٹکارتے اور سزا دیتے تھے۔لیکن وہ دن عرصہ ہوا گزر چکے تھے۔اب اسکندر کو لگتا تھا کہ وہ انچارج تھا وہ ہمیشہ بگڑا ہوا۔برہم،اور رسائی سے باہر رہتا تھا۔کاش کے ماں اس کے سامنے کھڑی ہوتیں اور اس سے تسلیم کروالیتی کے باس وہ تھیں۔''(۷)

عورت جب ماں بنتی ہے تو وہ اپنی اولاد کی ہر ضرورت اور خواہش بن کہے اور بن مانگے پوری کرنے کی تک و دو میں لگا جاتی ہے۔وہ اپنی اولاد کی ہر کمزوری خامی و خوبی کو کسی ماہر نفسیات کی طرح بہ خوبی جانتی ہے۔پمپیے قدر بھی ایک ایسی ہی جوان سال ماں ہے جیسے دیارِ غیر میں اپنے بچوں کی پرورش کے لئے سخت محنت کرنا پڑتی اور زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنا پڑتا ہے اس کے باوجود وہ اپنے بچوں کی نفسیات سے بہ خوبی واقف ہے:

> ''پمپیے کا خیال تھا کہ......اسکندر میں جہاں دنیا کو کنٹرول کرنے کی تمنا تھی اور اسما اسے (دنیا) مکمل طور پر بدلنے کی خواہش رکھتی تھی وہیں یونس اسے (دنیا) سمجھنا چاہتا تھا اور بس۔''(۸)

پمپیے قدر کا اپنے بچوں کے بارے میں یہ تجزیہ کہانی کے ان کرداروں (اسکندر، اسما، یونس) کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے اور قاری آسانی سے ان تینوں کرداروں کو اپنے اردگرد تلاش کر سکتا ہے۔یونس تو پراک پمپیے قدر کا چھوٹا بیٹا ہے جو لندن میں پیدا ہوا۔اس کی عادات اپنے دوسرے دونوں بہن بھائی سے مختلف ہیں۔ایسا بچہ جس کے گھر میں باپ یا بھائی اس کے چھوٹے چھوٹے مسئلے حل کرنے کے لئے موجود نہ ہوں تو وہ اپنی دنیا خود تلاش کرتا ہے۔شاید یہی وجہ تھی کہ جب وہ اپنی ماں کو کسی اور شخص کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس کا ردِ عمل مختلف ہوتا ہے:

> ''یونس نے کتنی سعی کی کہ وہ مام کے ساتھ نظر آنے والے آدمی سے نفرت کر پائے لیکن وہ ایسا نہ کر پایا۔وہ کون تھا؟ اس نے کیسے ماں کو مسکرانے پر مجبور کر دیا جب کوئی اور ایسا نہ کر پایا تھا۔''(۹)

جب کہ یونس کے مقابلے میں اس کا بڑا بھائی مکمل طور پر مختلف طرح سے ردِ عمل دیتا ہے۔اسکندر کے اس ردِ عمل

کی ایک وجہ تو اس کی شخصیت ہے، دوسری وجہ اس کے طارق تایا جنھوں نے اس معاملے کو منفی انداز میں غیرت، عزت کے حوالے سے اس کے ذہن میں بٹھایا تھا۔ طارق تایا کی باتوں نے ہی اسے قتل جیسا انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا:

> ''صبح جب اسکندر کیفے پہنچا جہاں اسے کیٹی سے ملنا تھا وہ باہر طارق کو کھڑے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا......
>
> تایا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟
>
> تمھارا انتظار......
>
> اسکندر کو اپنے پیٹ میں گرہ پڑتی محسوس ہوئی۔
>
> سب ٹھیک ہے؟
>
> ہمیں بات کرنی ہے مردوں کی طرح
>
> تبھی اسکندر کو احساس ہوا کے تایا کس قدر تناؤ میں تھے......میرے پاس تمھارے لئے ایک بری خبر ہے۔
>
> ہاں میں سمجھ گیا ہوں۔
>
> طارق نے اپنے سگریٹ کے کش لگائے، دھواں اس کے نتھنوں سے باہر نکل رہا تھا اور بالکل دھیمے لہجے میں بولا یہ تمھاری ماں سے متعلق ہے......
>
> ......تبھی تھا کہ میں نے جانا کہ طارق تایا نے مجھے میری ماں کے بارے میں سچ بتایا تھا۔ مجھے ایک چاقو خریدنے کا خیال آیا۔ لکڑی کے دستے والا، مڑی ہوئی نوک والا، کمانی دار چاقو، غیر قانونی، یقیناً۔''(۱۰)

ناول کے واقعات اور کردار فطری اور حقیقی زندگی سے قریب تر ہیں۔ اس سلسلے میں اسماء (پمپیے قدر) کا کردار اہم ہے وہ بہن ہے اور بہن ہونے کے ناطے اپنے بھائی کو اس کی تمام تر خامیوں کے ساتھ چاہتی ہے۔ جس دن اسکندر کی ۱۴ سال کی قید ختم ہوتی ہے تو اسماء اسے جیل سے لینے جانے سے قبل اس کے لئے وہ سب کھانے تیار کرتی ہے جو اس کے ماں (پمپیے قدر) پکاتی تھی۔ اس دوران اس کے ذہن میں چلنے والی نفرت و محبت کی کشمکش کو جس طرح پیش کیا گیا ہے یقیناً وہ قاری کی آنکھ نم کر دے گا:

> ''میں اسے وہاں چھوڑ دوں گی اپنے گھر کے ایک کمرے میں۔ خود سے دور نہ ہی قریب میں اسے ان چار دیواروں میں محصور رکھوں گی۔ نفرت و محبت کے درمیان، جن میں سے ہر ایک جذبہ محسوس کرنے پر میں مجبور ہوں میرے دل کے خانے میں ہمیشہ کے لئے مقید۔
>
> وہ میرا بھائی ہے
>
> اور ایک قاتل۔''(۱۱)

آج اگر دنیا میں محبت و احساس باقی ہے تو وہ انسان کی اس فطری خوب صورتی کی وجہ سے ہے۔ جس پر کبھی اس

کے اندر کی وحشت و بدصورتی حاوی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان خود اور اپنے چاہنے والوں کو مشکل میں ڈال دیتا ہے:

> ''انسانی دل پریشر کُکر کی مانند ہے۔ ہم حرارت پیدا کرتے ہیں۔ ہم توانائی بناتے ہیں۔ روزانہ لیکن جب ہم دوسروں کو الزام دیتے ہیں جب ہم تکلیف دہ باتیں کہتے ہیں اندرونی یا باطنی توانائی کہیں اور چلی جاتی ہے ہمارا دل سرد ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ اپنے اندر جھانکنا بہتر ہوتا ہے دوسرے لوگوں کو ان پر چھوڑ دو۔''(۱۲)

ایلف شفق نے اپنے ناول کے لئے معاشرے کی ایک مشکل اور تلخ حقیقت کو چنا ہے لیکن وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروکار لاتے ہوئے اس تلخ حقیقت کو Sugar Coat کرنے کے لیے ان تمام لوازمات کو استعمال کرتی ہیں جن سے قاری کی دلچسپی بڑھے۔ وہ روحانیت اور پراسراریت کی فضا تخلیق کرتی ہیں جس میں مرنے کے بعد بھی کرداروں میں ایک ماورائی طاقت نظر آئی ہے جیسے پمپیے کے گھر جب پہلی اولاد بیٹا پیدا ہوتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ماں کی روح اس کا پیچھا کر رہی ہے اور اُسے ڈراؤنے خواب سکون نہیں لینے دیتے۔ پمپیے جب بیٹے کا نام رکھنے کے لئے گاؤں کی ایک بوڑھی عورت سے کہتی ہے تو وہ عورت بچے کا نام تو رکھتی ہے لیکن ساتھ ہی بچے کے لئے یہ پیشن گوئی کرتی ہے کہ ''یہ بچہ تجھے توڑ دے گا''، یہ ایک بدشگونی شمار ہوتی ہے۔ پمپیے قدر اور جمیلہ یاتر دونوں بہنوں کے ناموں کا ان کی زندگی پر گہرا اثر ہے قضا و قدر کے مذہبی اعتقادات کے حوالے سے ان کی زندگی کے واقعات پراسرار طور پر کسی ماورائی طاقت کے ہاتھوں عجیب طرح سے رونما ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے خاندان کے لئے مچھلی اور سمندر کی علامتیں ایک خاص پُر اسرار معنویت رکھتی ہے۔ ان علامتوں کو یونس کے کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جمیلہ یاتر کا کردار پراسراریت کا حامل ہے جن حالات میں وہ ترکی کے ایک دور افتادہ گاؤں میں کنواری طبیبہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ اس کا ایک مریض اس سے خوش ہو کر ایک قیمتی ہیرا دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ بتاتا ہے کہ ہیرا بیچا نہیں جا سکتا بلکہ صرف تحفے میں دیا جا سکتا ہے ورنہ بدشگونی ہوگی اور پر بیچنے والے کی جاں چلے جائے گی۔ جب جمیلہ یاتر کے بہن پمپیے قدر کو اس کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ پر اسرار طریقے سے لندن پہنچ جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ Magical Realism (جادوئی حقیقت پسندی) کے تکنیک کی وجہ سے کہانی میں سسپنس برقرار رہتا ہے۔ ایسی ہی کسی تخلیق کے لئے شاید ورجینا وولف نے کہا تھا کہ ''دنیا کے عظیم شاہکار انفرادی کوشش سے تخلیق نہیں ہو جاتے ان کے پیچھے بہت سے لوگوں کی مدتوں کی سوچ اور تجزیہ شامل ہوتا ہے (۱۳)۔ ادب کا یہی وہ کمال ہے کے وہ کسی بھی زبان میں لکھا جائے یا وہ کسی بھی خطے سے مخصوص ہو وہ تجربہ انسان کا ہے اس لئے وہ ہم سب کے باطن کی نمائندگی کرتا ہے ایک مثال آخر میں اور دینا چاہوں گی تا کہ پاکستانی معاشرے کے حوالہ سے ناموس کی مطابقت واضح ہو جائے۔ ۳۱ر جنوری ۲۰۲۰ء کو ڈیلی ڈان کراچی میں سندھ پولیس کی ایک رپورٹ شائع ہوئی جس کے مطابق ۲۰۱۹ءمیں ۱۰۸ خواتین کو سندھ میں غیرت کے نام پر قتل کیا گیا (۱۴)۔ یہ اعداد و شمار وہ ہیں جو رپورٹ ہوئے، رپورٹ نہ ہونیوالے واقعات کی یقیناً تعداد کہیں زیادہ ہوگئی۔ اس کی گواہی ایلف شفق اپنے ناول میں کچھ یوں دیتی ہیں:

> ''سکا لینڈ یارڈ کی ترجمان نے دی ٹائمز کو بتایا کہ یہ کیس برطانیہ اور یورپ میں پہلا ہے نہ ہی آخر ہوگا انہوں نے اعلان کی اس وقت وہ ۱۵۰ ایسی اموات کی تفتیش کر رہے ہیں جن کی کڑیاں غیرت

کے نام پر قتل سے مل ہوسکتی ہیں۔ افسوس ناک طور پر تعداد زیادہ ہوسکتی ہے کیوں کہ تمام کیسز پولیس تک نہیں پہنچتے۔ ''انہوں نے کہا'' خاندان اور ہمسائے جتنا جانتے ہیں اتنا بتاتے نہیں۔ مقتول کے قریب ترین لوگ ہی قابل قدر اہم معلومات کو دبا لیتے ہیں۔'' **(۱۵)**

ایلف شفق کا ناول ناموس اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت دلچسپ ہے اور ترکی فکشن کے مزید مطالعے کی ترغیب دلاتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں بھی عزت و ناموس اور غیرت کے تصورات ترک معاشرے سے ملتے جلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بھی اکثر عزت کے نام پر قتل کے کیسز پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں رپورٹ ہوتے رہتے ہیں۔ ایلف شفق کا ناول ناموس پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان معاشرہ جو یورپ کے بہت قریب ہے اور ایک مشرقی ناظر اور پارکھ کے لیے بظاہر مشرق سے کہیں زیادہ آزاد خیال، ترقی یافتہ یا قوانین کا پابند معاشرہ محسوس ہوتا ہے، وہاں بھی عزت کی تعریف کا دائرہ اتنا ہی محدود ہے جتنا کہ ہمارے سماج میں ہے۔ ایسے موضوعات کے اعتبار سے اُردو اور ترکی ادب اور بالخصوص ناول کا تقابلی مطالعہ یقینی طور پر بہت دلچسپ ہوسکتا ہے اور اس کی روایت کا سلسلہ آگے بڑھنا چاہیے۔

حوالہ جات

۱۔ ایلف شفق، ناموس، (لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص۵
۲۔ ایضاً، ص۷۷
۳۔ ایضاً، ص۳۴۹
۴۔ ایضاً، ص۵۷۔۶۲
۵۔ ایضاً، ص۹۴
۶۔ ایضاً، ص۸۵
۷۔ ایضاً، ص۲۵۸
۸۔ ایضاً، ص۶۷
۹۔ ایضاً، ص۲۵۸
۱۱۔ ایضاً، ص۱۰
۱۲۔ ایضاً، ص۳۲۱
13. Ender, Evelyn, *Architects of Memory: Literatures Science and Autobiography,* (Michigan, University of Michigan Press, 2005), P.65
14. https://www.dawn.com/news/1531683
۱۵۔ ناموس، ص۷۷